بحث ونظر

کیا "مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" کلام حضرت موسیٰؑ کی جزوی فضیلت نہیں ہے؟

سعید احمد اسحاق نقشبندی کا تنقیدی مراسلہ اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی وضاحت

فروری ۱۹۹۸ء میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو نیو جرسی (امریکہ) کی Drew یونیورسٹی میں Drew Society for Scriptural Reasoning کے نام سے قائم ایک علمی حلقہ سے خطاب فرمانے کا موقع ملا۔ یہ حلقہ دراصل موجودہ بے خدا سیکولر نظامِ تعلیم کے خلاف ایک ردعمل کے طور پر اور آسمانی کتابوں کے جانب دوبارہ رجوع کی غرض سے قائم ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے خطاب کو وہاں بہت دلچسپی کے ساتھ سنا گیا اور یونیورسٹی آف ورجینیا کے ایک پروفیسر Peter Ochs کی جانب سے تحسین آمیز خط بھی محترم ڈاکٹر صاحب کو موصول ہوا۔ اسی محفل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں محترم ڈاکٹر صاحب نے "وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا" کے حوالے سے آنجنابؑ کی جزوی فضیلت کا تذکرہ فرمایا' جسے محفل میں موجود ایک یہودی پروفیسر نے بہت سراہا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کا مذکورہ خطاب اور اس پر شرکاء کے ردعمل پر مشتمل تمام تفصیلات مرکزی انجمن کے سہ ماہی انگریزی مجلّہ "The Quranic Horizons" کے اپریل۔ جون ۹۸ء کے شمارے میں شائع کر دی گئی تھیں ـــــــ اس پر ردعمل کے طور پر مسجد مہاجرین ساہیوال کے خطیب جناب ابوالظفر سعید احمد اسحاق نقشبندی کا ناقدانہ خط محترم ڈاکٹر صاحب کے نام موصول ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزوی فضیلت کے حوالے سے محترم ڈاکٹر صاحب کی رائے سے شدید اظہارِ اختلاف پر مبنی تھا۔ ذیل میں جناب ابوالظفر سعید احمد صاحب کا خط' محترم ڈاکٹر صاحب کی جوابی وضاحت سمیت ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ابوالظفر سعید احمد اسحاق نقشبندی کا مکتوب

محترم المقام جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام مسنون الاسلام

امید ہے آپ مع اہل و عیال بخیر و عافیت ہوں گے۔

گزشتہ دنوں ایک انتہائی قابل احترام شخصیت کے توسط سے امریکہ میں آپ کے گھٹنے کی تبدیلی کے سلسلہ میں قیام کے دوران مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۹۸ء کو Drew University New Jercy میں "دعوت رجوع الی القرآن" کے عنوان سے آپ کے خطاب سے متعلق فرخ صدیقی صاحب کی رپورٹ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے خطاب کا افتتاحیہ پڑھ کر دلی قلق ہوا کہ آپ جیسا جہاندیدہ دانشور، علومِ قرآن کا شناور، تنظیم اسلامی پاکستان کا سربراہ یہود و نصاریٰ کے دانشوروں کے سامنے اس حد تک مرعوب ہو جاتا ہے کہ یہ کہنا پڑے کہ موسیٰ علیہ السلام کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مکالمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مکالمے سے superior تھا کیونکہ یہ جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے تھا۔ فیا للعجب، خدا خوش ہو نہ ہو یہودی ضرور خوش ہوئے۔ حیف ہے اس سوچ پر، حالانکہ یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ :

۱) جناب موسیٰ علیہ السلام ہر بار احکامات خداوندی کے لئے جبل طور پر جانے کے پابند تھے۔

۲) جناب موسیٰ علیہ السلام سے ہر بار پہاڑ پر پس پردہ گفتگو ہوئی۔

۳) جناب موسیٰ علیہ السلام نے خواہش دیدار کا اظہار کیا تو جواب "لَنْ تَرَانِیْ" ملا۔ اصرار پر کوہ طور کی طرف اللہ نے ان کو متوجہ کر کے کوہ طور پر ایک تجلی ڈالی فَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے)۔ ؎

اِک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو ۔۔۔ وہ اگر جلوہ کرے کون تماشائی ہو؟

اب اس کے مقابل افضل الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا مقام عالیشان ملاحظہ ہو :

۱) وجہ تکوین کائنات محبوب عالی صفات علیہ اطیب الصلوٰۃ والتسلیمات کو احکاماتِ الٰہیہ کے لئے کسی خاص مقام پر حاضر ہونے کا پابند نہیں کیا گیا بلکہ رئیس الملائکہ، سدرۃ المنتہیٰ کا امام، بیت المعمور کا خطیب جبریل علیہ السلام ہمہ وقتی خادم کے طور پر ہر وقت ڈیوٹی پر حاضر ہے اور پیغاماتِ خداوندی سلامِ خداوندی کے ساتھ پہنچا رہا ہے ؎

آنکھ والا تری قدرت کا نظارہ دیکھے   دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

۲) فخرالرسل مولائے کل ﷺ سے بلاواسطہ مکالمہ بھی متعدد بار ہوا جسے حدیث قدسی کے نام سے آپ بھی تسلیم کرتے اور بیان بھی کرتے رہے ہیں۔ آپ کے موجودہ عقیدہ کا علم نہیں ہے۔ اس مکالمہ کیلئے بھی کسی خاص جگہ یا مقام کا پابند نہیں کیا گیا۔

۳) محبِّ اکبر جلّ مجدہ الکریم اپنے محبوب اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بغیر کسی مطالبہ / خواہش جب وہ محو خوابِ استراحت تھے جگا کر بصد حشمت و شان اور انتظام و انصرام شب اسریٰ اپنے پاس بلایا۔ بلا حجاب زیارت سے مشرف فرمایا۔ شانِ محبوب یہ ہے کہ "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" اور اس پر مستزاد "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی" بالمشافہ گفتگو بھی فرمائی ؎

ہر یک بقدر خویش بجائے رسیدۂ   آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدۂ
موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات   تو عین ذات می نگری و در تبسمی!

اندازہ کریں کہ پہاڑ پر پس پردہ مکالمہ اور مکان و لامکاں کی حدود سے پار بلا حجاب مکالمہ میں کتنا فرق ہے اور superior کون ہے؟ بھلا محب کے نزدیک اس کے محبوب کے سوا کوئی superior ہو سکتا ہے؟ آپ کے اس ذلت آمیز فقرہ پر یہودی پروفیسر کا باآوازِ بلند خوشی کے ڈونگرے برسانا مزید تحقیر کا اظہار پھر آپ کا فرمان کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ سب تو قرآن موسیٰ علیہ السلام سے متعلق کہتا ہے۔ کیا آپ قرآن مجید' فرقان حمید' برہان شہید کی وہ آیت / لفظ بتلانا پسند فرمائیں گے جس سے آپ کے بیان کی تائید و تصدیق ہوتی ہو؟ فَاِنْ لَمْ فَاتَّقِ اللّٰہَ!

یہ تحریر خالصتاً خیر خواہی کے تحت ہے' حاشا للہ دل آزاری مطلوب / مقصود نہیں۔ وضاحت کا انتظار رہے گا۔ والسَّلام علٰی مَنِ اتَّبَعَ الھدٰی

منتظر جواب

احقر العباد

ابوالظفر سعید احمد اسحاق نقشبندی فریدی

امیر جماعت اہل سنّت ضلع ساہیوال

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا وضاحتی مراسلہ

۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۵/ جون ۱۹۹۹ء

محترمی برادرم سعید صاحب' زید لطفکم
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے مفصل خط کا شکریہ۔ مزید بر آں آپ نے میرے بارے میں جن نیک آراء کا اظہار کیا ہے ان کا مزید شکریہ!! ـــــ پھر آپ نے یہ بھی بہت قابل تحسین و ستائش رویّہ اختیار کیا کہ معاملے کو پبلک میں لے جانے سے قبل مجھ سے وضاحت طلب کر لی ـــــ تاہم آپ سے ایک "خطا" بھی سرزد ہوئی ہے اور وہ یہ کہ میری وضاحت کے سامنے آنے سے قبل ہی یہ "فیصلہ" صادر فرما دیا کہ میں نے امریکہ میں علمائے یہود و نصاریٰ کی ایک مجلس میں جو بات کہی وہ "مرعوبیت" پر مبنی تھی۔ حالانکہ کم از کم امکان کے درجہ میں اس کی نفی نہیں ہو سکتی تھی کہ میرا طرزِ عمل حکمت دعوت و تبلیغ پر مبنی ہو' یا اس اصول پر مبنی ہو کہ حق پرستی کا تقاضا ہے کہ اگر دشمن میں بھی کوئی بات خیر اور بھلائی کی ہو تو اس کا برملا اعتراف کیا جائے۔

بہرحال میں سب سے پہلے اسی نکتے کی وضاحت کئے دیتا ہوں۔ میرا یہ موقف اچانک ظاہر نہیں ہوا بلکہ بہت پرانا ہے اور اس کا اظہار میں اپنے دروس و خطابات میں بارہا کر چکا ہوں۔ لہٰذا اس میں کسی فوری "مرعوبیت" کا امکان خارج از بحث ہے۔ البتہ میرے پاس اپنے موقف کی تائید میں جو دلائل ہیں وہ میں اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کئے دیتا ہوں ـــــ اس اعلان کے ساتھ کہ اگر اہل علم میرے اس استدلال کی غلطی واضح کر دیں گے تو مجھے اپنی رائے سے رجوع کرنے میں ہرگز کوئی باک نہیں ہو گا۔ اللّٰھم ارنا الحقَّ حقًا' وارزقنا اتِّباعہ' وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔ آمین یا ربَّ العٰلمین!!

---

(۱) جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جملہ انبیاء و رُسل علیہم السلام پر مطلق فضیلت و فوقیت حاصل ہے' تو اس میں نہ کسی شک و شبہ کی گنجائش ہے' نہ کسی

قیل و قال کا کوئی امکان۔ بلکہ بیسویں صدی عیسوی تو اس اعتبار سے بہت نمایاں ہے کہ اس کے دوران بے شمار غیر مسلم اربابِ علم و دانش نے یہ تسلیم کیا کہ آنحضور ﷺ پوری تاریخ انسانی اور پورے عالم انسانیت کی افضل ترین شخصیت ہیں۔ (مثلاً ایم این رائے' ایچ جی ویلز' اور ڈاکٹر مائیکل ہارٹ وغیرھم) ـــــ اور ظاہر ہے کہ حقیقت الحقائق سے محجوب انسانوں کی رسائی تو یہیں تک ہو سکتی ہے' ورنہ حقیقت نفس الامری کا علم رکھنے والے تو یہ بھی جانتے ہیں کہ آپؐ صرف انسانوں ہی نہیں جملہ مخلوقات سے اعلیٰ و افضل ـــــ اور ؏ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!" کے کامل مصداق ہیں!

(۲) تاہم متعدد احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ آپؐ نے اپنی اس فضیلت مطلقہ کے بیان و اعلان' بالخصوص دوسرے انبیاء و رُسل کے نام لیواؤں کے ساتھ جن رسولوں کی جانب وہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہوں ان کے مقابل میں آپؐ کی افضلیت پر اصرار و تکرار سے منع فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء و رسل کی مقدس جماعت میں سے وہ واحد رسول جن کے ضمن میں خطاءِ اجتہادی اور اس پر گرفت کا ذکر قرآن میں آیا ہے یعنی حضرت یونس علیہ السلام' آنحضور ﷺ کی متعدد احادیث میں یہ حکم موجود ہے کہ مجھے ان پر بھی فضیلت مت دو! چنانچہ ایک جانب بخاری' مسلم' ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپؐ کے یہ الفاظِ مبارک نقل ہوئے ہیں کہ ((لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلٰى مُوْسٰى)) اور بخاری اور مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں آپؐ کے یہ جامع الفاظ منقول ہیں کہ ((لَا تُخَيِّرُوْنِي مِن بَيْنِ الانبياء)) ـــــ اور دوسری جانب بخاری' مسلم اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے' ابوداؤد میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے اور بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایات موجود ہیں جن میں آپؐ نے فرمایا کہ مجھے یونس بن متیٰ علیہ السلام سے افضل یا بہتر مت قرار دو! ـــــ یہاں تک کہ صحیح بخاری میں جو الفاظِ مبارکہ آپؐ کے نقل ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: "جس کسی نے کہا کہ میں یونسؑ بن متیٰؑ سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا!" (آنحضور ﷺ کے ان ارشادات و فرامین کی روشنی میں آپ اپنے اس طرزِ عمل پر نظرثانی فرمائیں جو آپ کے خط میں آنحضور ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین مقابلے اور موازنے کی صورت میں

سامنے آیا ہے۔)

آنحضور ﷺ کے ان ارشادات کی بنیاد محض تواضع و انکسار کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے ـــــ لیکن میرے نزدیک ان میں جو اصل حکمت کار فرما ہے وہ ہے حکمت دعوت و تبلیغ ـــــ یعنی بالکل ایسے جیسے قرآن میں ہمیں منع کیا گیا ہے کہ مشرکوں کے معبودانِ باطلہ کو گالی مت دو مبادا کہ ان میں عصبیت جاہلی کا ردعمل اُبھر آئے' اسی طرح دوسرے انبیاء و رسل پر آنحضور ﷺ کی فضیلت یا افضلیت کے بیان سے بھی ان کے نام لیواؤں میں عصبیت جاہلی کے بھڑک اُٹھنے کا اندیشہ ہے جو تبلیغ اور دعوت کے راستے کو مسدود کر دے گی ـــــ جبکہ پوری دنیا میں مسلّم اصول کے مطابق کہ "عطر آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید!" آنحضور ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ اظہر من الشمس اور "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" کے مصداق از خود واضح و مبرہن اور اتنی "بیّن" ہے کہ اسے کسی خارجی بیان و تبیین کی کوئی حاجت ہی نہیں ـــــ بلکہ اندیشہ ہے کہ اس کے بیان میں اپنے عجزِ بیان پر مبنی تقصیر کی بنا پر ہم کسی نادانستہ توہین کے مرتکب نہ ہو جائیں! چنانچہ اسی بنا پر غالب نے آنحضور ﷺ کی مدح و ثنا خود کرنے کی جسارت نہیں کی بلکہ یہ کام اللہ ہی کے حوالے کر دیا' یعنی ؎

"غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم　　　آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است!"

اسی حکمتِ دعوت و تبلیغ کا یہ مظہر بھی ہمیں قرآن حکیم میں نظر آتا ہے کہ اہل کتاب کی جملہ ضلالتوں اور گمراہیوں ـــــ اور ان کے گوناگوں اعتقادی، علمی، عملی اور اخلاقی عوارض و علل کے مفصل بیان کے ساتھ ان میں اگر کہیں خیر کا کوئی شمہ بھی موجود تھا تو اس کا اعتراف و اعلان بڑے اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے ـــــ جیسے کہ سورۂ آل عمران کی آیت ۷۵ میں فرمایا گیا کہ ﴿ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ﴾ "ان اہل کتاب میں ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کے پاس ڈھیروں سونا امانت رکھوا دو تو وہ اسے واپس کر دیں گے" ـــــ اسی طرح اسی سورۂ مبارکہ کی آیات ۱۱۳ تا ۱۱۵ میں بھی ان کے بعض لوگوں کے محاسن و محامد کا بیان بہت شرح و بسط کے ساتھ ہوا ہے!

(۳) نبی اکرم ﷺ کی فضیلت مطلقہ کے قطعی اور حتمی طور پر متفق علیہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ بعض جزوی فضیلتوں کا معاملہ مختلف ہو سکتا ہے۔

اور جس طرح ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جانتے ہیں کہ اگرچہ ان میں افضلیت مطلقہ کا مقام تو "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ" کو حاصل ہے، تاہم جزوی فضیلتوں کے اعتبار سے لسانِ نبوت علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے بھی افعل التفضیل کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جیسے: "احیاھم عثمان رضی اللہ عنہ" اور "اقضاھم علی رضی اللہ عنہ" اور "اقرء ھم ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ" اور "اعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ"۔ اور خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے تو "محدثیت" کی صراحت بھی ہوئی، اور اس امر کی بھی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے ـــــ اسی طرح انبیاء کرام میں سے بعض کی بعض جزوی اعتبارات سے فضیلت خصوصی کا ذکر قرآن میں صراحت کے ساتھ ہوا ہے ـــــ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۳ اِس پر نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے، جس میں اس اصول کے بیان کے ساتھ ساتھ کہ ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ "ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" دو جزوی فضیلتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا، یعنی ایک یہ کہ ﴿ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ﴾ "ان میں سے وہ بھی ہے جس سے اللہ نے کلام فرمایا" جس کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے اور دوسرے یہ کہ روح القدس کی تائید سے ظہور میں آنے والے عظیم ترین حسی معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے۔ (ان دونوں کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ سورۂ آل عمران میں یہود اور نصاریٰ کو اسلام کی دعوت نہایت الحاح و اصرار اور حد درجہ Passionate انداز میں دی گئی ہے ـــــ اور وہ ان ہی دو جلیل القدر رسولوں کے نام لیوا تھے!)

خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے سورۃ البقرہ کی اس آیت (۲۵۳) کی مزید شرح و تفصیل سورۃ النساء کی آیات ۱۶۳، ۱۶۴ میں ملتی ہے، جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون، سلیمان اور داوٗد علیہم السلام کے ذکر کو تو ایک آیت میں سمیٹ لیا گیا اور ان کے ضمن میں تو لفظ "اَوْحَيْنَا" وارد ہوا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر مستقل اور جداگانہ طور پر اگلی آیت میں آیا، اور ان کے لئے ﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴾ کے الفاظ وارد ہوئے، یعنی "اور موسیٰ سے تو اللہ نے کلام کیا جیسے کلام کیا جاتا ہے ـــــ یا جیسے کلام کرنے کا حق ہے!" ـــــ چنانچہ یہی

وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو لقب ہی "کلیم اللہ" قرار پایا۔

بہرحال براہِ راست کلام الٰہی سے مشرف ہونے کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام' اور عظیم ترین حسی معجزات عطا کئے جانے کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جزوی فضیلت حاصل ہونے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت مطلقہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ (واضح رہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ قرآن ہے' جو اگرچہ تمام معجزات سے اعلیٰ و افضل ہے ــــ لیکن وہ معنوی ہے' حِسّی نہیں)

(۴) جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسانوں میں سے کسی کے "کلام" کرنے کا تعلق ہے تو اس موضوع پر قرآن حکیم کا ذروۂ سنام سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۱ ہے' جس میں کسی "بشر" سے اللہ تعالیٰ کے "ہم کلام" ہونے کی تین ممکن صورتیں بیان ہوئی ہیں ــــ جن میں اوّلین ہے براہِ راست وحی (یعنی تحدیثِ نفسی یا نفث فی الرّوع یا الہام و القاء کی مختلف صورتیں) پھر ہے "مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" کلام جس میں بشر اپنے سر کے کانوں سے براہ راست اللہ کا کلام سنتا ہے' ــــ اور پھر ہے بالواسطہ یعنی فرشتے کے ذریعے وحی۔ اور اس کے مابعد آیت ۵۲ میں جو فرمایا کہ ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾ "اسی طرح ہم نے وحی کیا ہے اپنے امر میں سے ایک روح (یعنی قرآن) کو آپ کی جانب" تو اس سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی وحی تو اس تیسرے طریق پر ہوئی ہے (یہی وجہ ہے کہ سورۃ الشوریٰ کی آیات ۴ اور ۷ میں بھی آغاز اسی لفظ "كَذٰلِكَ" سے ہوا ہے جس سے اس آیت مبارکہ یعنی (آیت ۵۲) کا) اگرچہ وحی غیر متلو یعنی وحی خفی کی بہت سی صورتیں (بشمول کشف و رؤیائے صادقہ) کلامِ الٰہی کی دوسری شکل یعنی براہِ راست اور بلاواسطہ وحی کے ذیل میں آتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان ہی میں احادیث قدسیہ بھی شامل ہیں!

البتہ جہاں تک "کلام مِن وراءِ حجاب" کا تعلق ہے سب جانتے ہیں کہ اس کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے جن کو یہ خصوصی سعادت اتنی مرتبہ حاصل ہوئی کہ ان کی آتش شوق بھڑک اُٹھی کہ آخر کب تک یہ معاملہ جاری رہے گا کہ ؎ "کیا قیامت ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں!" کیوں نہ یہ "حجاب" اٹھا ہی دیا جائے جس پر "لَنْ تَرٰنِیْ" کا دوٹوک فیصلہ بھی سنا دیا گیا ــــ اور پھر

تجلّیٔ ربانی کے بالواسطہ مشاہدے کی بھی تاب نہ لاسکنے کا عملی تجربہ بھی کروا دیا گیا!

بہرحال اسی عالمِ مادی ـــــ اور روئے ارضی پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست اور بلا واسطہ (اگرچہ پردے کی اوٹ سے) کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک منفرد لیکن جزوی فضیلت ہے جس کے اعتراف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت مطلقہ پر کوئی حرف نہیں آتا! (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اسی طرح کی ایک جزوی فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام کو احکامِ عشرہ پتھر کی تختیوں پر لکھی ہوئی صورت میں عطا کئے گئے۔ جن کے ضمن میں متن اور قراءت کے کسی اختلاف کا امکان ہی نہ تھا!)

(۵) رہا اس عالمِ مادیت سے ماوراء' عالمِ امر یا عالمِ ارواح کے معاملات تو ان کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ اس میں واقعۂ معراج سے قطع نظر جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کون و مکان سے وراء الوراء مقام تک لے جائے گئے' خود اس روئے ارضی پر موجود ہوتے ہوئے بھی جو قرب و وصل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہوتا تھا ـــــ جس کا ذکر حدیث صحیح میں ان الفاظ میں موجود ہے کہ ((اَبِیتُ عِنْدَ رَبِّیْ هُوَ يُطْعِمُنِیْ وَيَسْقِيْنِی)) وہ ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے' ـــــ اور قرب کے اس عالم میں جو باتیں رب و عبد کے مابین ہوتی ہوں گی' جن کے ضمن میں یہ شعر بہت برمحل ہے کہ ؎ "میانِ عاشق و معشوق رمزیست۔ کہ جبریل امیں راہم خبر نیست!" وہ بھی ہمارے دائرۂ بحث سے خارج ہیں۔

(۷) جہاں تک علامہ اقبال کے اس شعر کا تعلق ہے کہ ؎

"موسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات ـــــ تو عینِ ذات می نگری در تبسّمی!"

تو گزارش ہے کہ میں حضرت علامہ کی عظمت و جلالت قدر سے کم از کم اس حد تک واقف ہونے کے باوجود کہ میں نے انہیں اسلام کے انقلابی فکر کا "مجدد" قرار دیا ہے انہیں نہ معصوم سمجھتا ہوں نہ شاعرانہ مبالغہ آرائی سے بالکلیہ مبراء و منزہ۔ انہوں نے پہلی غلطی تو یہ کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تجربات کے مابین موازنہ و مقابلہ کیا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات کے منافی ہے جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے' ثانیاً ان کے مابین contrast کو highlight کرنے کے لئے ایک جانب تو کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی کو محض "پرتوِ صفات" قرار دے دیا' حالانکہ قرآن مجید میں نہ

صرف یہ کہ اس کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں' بلکہ الفاظ مبارکہ ﴿ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ ﴾ سے تو گمانِ غالب "تجلّیٔ ذات" کی جانب رخ کرتا ہے ـــــ اور دوسری جانب شبِ معراج میں آنحضور ﷺ کے رؤیتِ ذاتِ باری تعالیٰ سے مشرف ہونے کے مختلف فیہ مسئلے کو ایک مسلّمہ حقیقت کے طور پر بیان کر دیا' حالانکہ یہ معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین بھی مختلف فیہ رہا (چنانچہ جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ رویت کے قائل ہیں' وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتے ہیں!) ـــــ اور قرآن حکیم میں بھی بات صرف ﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴾ پر ختم کر دی گئی ہے ـــــ!

بہرحال ـــــ یہ ہیں موضوع زیر بحث سے متعلق میری معروضات! ـــــ جیسے کہ میں اس سے قبل لکھ چکا ہوں' ان کے ضمن میں اگر میرے فہم و فکر نے کوئی ٹھوکر کھائی ہے' تو اگر اسے دلائل کے ساتھ واضح کر دیا گیا تو' ان شاء اللہ العزیز' میں اس سے رجوع کرنے میں ہرگز تامل نہیں کروں گا ـــــ آخر میں اس امید کے ساتھ کہ آپ میری گزارشات پر ہمدردانہ غور کریں گے' یہ درخواست بھی ہے کہ اگر میری باتیں صائب نظر آئیں تو دو سطری تصویب بھی تحریر کر دیں' میں ممنون ہوں گا۔ اور اگر آپ اپنی تنقید پر قائم رہتے ہوئے اپنا خط شائع کریں تو دیانت کا تقاضا ہو گا کہ میری ان وضاحتوں کو بھی ساتھ ہی شائع کریں ـــــ خواہ ان پر اپنا محاکمہ بھی شامل فرما دیں۔ فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ

"تم میں بہترین وہ ہے جس نے خود قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا"